القطوف الدانیه لمن أحسن الجماعه الثانیه

تصنیفِ لطیف
اعلیٰ حضرت مجدِّدِ دین وملّت،
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلقُطُوفُ الدَّانِیَۃِ لِمَن اَحسَنَ الجُمَاعَۃِ الثَّانِیَۃ

جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جُھکے ہوئے خوشے

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک
Alahazrat Network

۱۳ ھ ۱۳

اَلْقُطُوْفُ الدَّانِیَۃ لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَۃَ الثَّانِیَۃ

(جماعتِ ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جُھکے ہوئے خوشے)

(جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ ازمراد آباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمن صاحب سلہٹی

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ بغیر اذان و اقامت درصورت بدل دینے ہیأت جماعتِ اولیٰ کی ازرُوئے شرعِ شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہلِ التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد و امع اوہام نابغ بعض ابنائے زمان بعونہٖ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں، یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور اُن کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شانِ فتوی اسی کے شایاں۔

فاقول وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ت)

اَوّلاً تکرارِ جماعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سُنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں:

(۱) جو مسجد شارعِ عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر جو لوگ گزرے یا اُترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی و عارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرارِ جماعت باذانِ جدید و تکبیرِ جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہوجائیں۔

(۲) مسجدِ محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامتِ جماعت اُنھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہلِ محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ، حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیرِ ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بر وجہِ سنّت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی و غیرِ حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیرِ حنفی امام نے جماعت کرلی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہبِ حنفی کے کسی فرضِ طہارت یا فرضِ صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے پر قدرِ درہم سے زیادہ منی یا صاحبِ ترتیب کا باوصف یاد و وسعتِ وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعتِ اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کرسکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہبِ حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہلِ حق سے مخالفت اور مذاہبِ اربعہ خصوصاً مذہبِ مہذبِ حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ و ممنوع ہے اپنی جماعت جُدا کریں۔

(۷) اُس کی نسبت امورِ مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعتِ ثانیہ کا افضل مبین۔

(۸) عادتِ مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعتِ ثانیہ ہی افضل و اکمل اور اسی پر حرمین محترمین و مصر و شام وغیرہا بلاد دار الاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعتِ اولیٰ کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکانِ کذبِ الٰہی تعالیٰ شانہ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق

ایسوں کی اقتدا بکراہتِ شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈا سودخوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کذابیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولٰی نرا بے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لئے بہت وسعتیں دے عندالتحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں تاکہ قادر ناقادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کہ وہ جماعت اولٰی ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت صورتِ اولٰی کی مانند ہے اولٰی یا قریب سے وارد، غرض ایسی صورتیں جماعتِ ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلاً کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولٰی اہلِ مسجد یا اہلِ مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولٰی کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نصوصِ علماء سُنئے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہٖ تعالٰی قولِ منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عباراتِ کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاجِ تطویل معہذا بعونہٖ تعالٰی ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاوٰی و رسائل و تعالیقِ فقیر میں طے ہو چکے ہیں و باللہ التوفیق۔ متنِ غرر میں ہے:

لا تکرر فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ مسجدِ محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت

عـه صادق بان لا اھل لہ او صلی من لیس من اھلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین نہ ہو یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو (یعنی اہلِ محلہ نہ ہو) ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله او صلی اهله بمخافتة الاذان[1]

جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے وہاں اذان و اقامت کے ساتھ اولاً جماعت کرائی ہو یا اہلِ محلہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ (ت)

خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے:

لو کان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان و اقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان[2]

اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرارِ جماعت جائز جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام و مؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تکره خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره اوعدمها لم یصح وان شك کره[3]

مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

حاصله ان صاحب الهدایة جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لا یعلم المقتدی منه

حاصل یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے شافعی کی اقتداء کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

---

[1] کتاب درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دارسعادت مصر ۱/۸۵

[2] رد المحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

[3] درمختار 〃 〃 مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

ما یمنع صحة صلاته فی رأی المقتدی کالفصد و نحوه وعدد مواضع عدم صحة الاقتداء به فی العنایة وغایة البیان بقوله کما اذا لم یتوضأ من الفصد والخارج من غیر السبیلین او کان شاکا فی ایمانه بقوله انا مومن إن شاء الله او متوضأ من القلتین او یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع او لم یغسل ثوبه من المنی ولم یفرکه او انحرف عن القبلة الی الیسار او صلی الوتر بتسلیمتین او اقتصر علی رکعة او لم یوتر اصلا او قهقه فی الصلاة و لم یتوضأ او صلی فرض الوقت مرة ثم ام القوم فیه زاد فی النهایة وان لایراعی الترتیب فی الفوائت وان لایمسح ربع راسه وزاد قاضی خان وان یکون متعصبا والکل ظاهر ماعدا خمسة اشیاء[1]

الاول مسئلة التوضؤ من القلتین فانه صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسة ولم یختلط بمستعمل

رائے کے مطابق صحتِ نماز کے منافی ہے، مثلاً رگ کٹوانا وغیرہ، عدمِ صحتِ اقتداء کے چند مواضع عنایہ اور غایۃ البیان سے۔ ان الفاظ سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے یا غیر سبیلین سے کسی شئے کے خارج ہونے پر وضو نہ کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے، مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جاتے وقت اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ منی لگ جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے کھرچتا ہے (گاڑھی ہونے کی صورت میں) یا وہ قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قہقہہ سے ہنستا ہے اور وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھ چکا ہے پھر اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایہ میں اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت نہ رکھتا ہو حالانکہ وہ صاحبِ ترتیب ہے، سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرے، قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو، ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔

اوّل قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

مساولہ او اکثر فلابد ان یقید قولھم بالقلتین المتنجس ماؤھما او المستعمل بالشرط المذکور لامطلقا۔

الثانی مسئلۃ رفع الیدین من وجھین الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیست بصحیحۃ روایۃ ولا درایۃ الثانی ان الفساد عند الرکوع لایقتضی عدم صحۃ الاقتداء من الابتداء مع ان عروض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل کالمتحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترک عندھم لسنیتہ۔

الثالث مسئلۃ الانحراف عن القبلۃ الی الیسار لان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیۃ لاینحرفون ھذا الانحراف۔

الرابع مسئلۃ التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منھم انما یوجب الفسق والفسق لایمنع صحۃ الاقتداء۔

الخامس مسئلۃ الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط والاستثناء قول اکثر السلف[1] اھ ملتقطا

یہ کلام بحر فی البحر تھا۔

لہذا قلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے کہ قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی برابر یا زائد ملا ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔

دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک تو فساد والی روایت شاذہ ہے نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ دوسری یہ کہ رکوع کے موقعہ پر فساد کا عارض ہونا ابتداءً اقتداء کے منافی نہیں، باوجود اس کے بطلان کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتی کہ اسے بوقت شروع ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا چھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کردے)

سوم قبلہ سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ، تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو اور شوافع ایسے انحراف کے قائل نہیں۔

چہارم رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق صحتِ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتوٰی کفر غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت سے اسلاف کا قول ہے اھ تلخیصاً

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵ و ۴۶

اقول وقد كانت ظهرت لی بحمد الله الخمسة المذكورة اول ما نظرت الكلام مع زيادة فلنذكر ما بقی من الابحاث تتميما للافادة الاول قولهم لم يوتر اصلا لا يظهر له وجه فانه بتركه لا يفسق فضلا عما يوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تفسيق بالاجتهاديات وان حمل على انه ان لم يصله لم يصح الاقتداء به فی الفجر لشرطه لفوات الترتيب نافاه قوله زاد فی النهاية وان لا يراعی الترتيب ثم رأيت العلامة الشامی علله فی منحة الخالق بهذا ثم اعله بالتكرار قال فليتأمل ما المراد[1] **اقول** بل هو اشد من التكرار فان قوله زاد لا يحتمله كما علمت الثانی **اقول** وينبغی اسقاط صلاته الوتر بتسليمتين فان طريان المبطل غير البطلان من رأس كما افاده البحر ثم على ما ذهب اليه الامام ابوبكر الرازی

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور بحثیں بھی ہیں ہم ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں،

اوّل: اصلاً وہ وتر نہ پڑھتا ہو ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جاسکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے، تو اب اس کے قول کہ نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں، یہ منافی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا تو انہوں نے منحۃ الخالق میں یہ ہی علّت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد پر غور کرنا چاہئے **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس کا لفظ "زاد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ **اقول** (میں کہتا ہوں) وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے والے احتمال کو ساقط کر دینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا دُہ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداءً ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابوبکر رازی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

لا یفسد بالمآل ایضًا لان امامه لم یخرج عنده نفسه بالسلام فانه یحسب ما بعده من الوتر وهو مجتهد فیه نعم الاصح الفساد کما جزم به فی متن التنویر وهو المؤید بقول الجمهور الصحیح المشهور من ان العبرة لرائ المقتدی، الثالث مثله الکلام فی اقتصاره علی رکعة الرابع افاد الشامی، قال افاد شیخنا حفظه الله تعالٰی ان المراد انحرافهم اذا اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحاریب القدیمة فانه یجوز عندهم لا عندنا فلو انحرف عن المحراب القدیم (ای انحرافا جاوز المشارق الی المغارب) لا یصح الاقتداء به اھ[1] **اقول** وهو وجیه مسقط لوجه اسقاط عند الانحراف نعم لابد من التقیید وهو غیر بعید فان عدم رعایة الترتیب وعدم غسل المنی او فرکه کل مقید کما نبهنا علیه ولم یوجب اسقاطهما فکذا هذا وبه ظهر الخامس وهو عدم اسقاط التوضؤ من القلتین وان کان الوجه هو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ مآلاً بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو وتر سمجھتا ہے لہذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے جیسا کہ اس پر متنِ تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ وتر کا ایک رکعت پڑھنا اس پر بھی سابقہ گفتگو ہی ہے۔ چوتھا امام شامی نے فرمایا ہمارے شیخ حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ انحراف کریں تو ان کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں جائز نہیں، تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہوگیا (یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو) تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہوگی اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو انحراف کے وقت اسقاطاً کی گئی ہے، ہاں اسے مقید کرنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں کیونکہ عدم رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا کھرچنا تمام مقید ہیں جیسا کہ ہم نے اس پر تنبیہ کردی ہے تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہوسکتی تو یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ ہے اور اسی سے پانچویں بحث ظاہر ہے اور وہ قلتین پانی سے وضو کا عدم اسقاط ہے اگرچہ یہاں

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵

یفرق بالغالب والنادر والخفی والمتبادر ولنرجع الی ماکنا فیه من الکلام فما کان الامن تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام۔

مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب و نادر اور خفی ومتبادر میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسبت مقام کی وجہ سے قلم سے مجبوراً تحریر صادر ہوگئی (ت)

نیز بحر میں ہے:

فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة فی الاقتداء به الثانی ان یعلم منه عدمه فلا صحة لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منه عدمه فی خصوص مایقتدی به او فی الجملة صحح فی النهایة الاول وغیرہ اختار الثانی وفی فتاوی الزاهدی الاصح انه یصح وحسن الظن به اولی الثالث ان لایعلم شیئا فالکراهة[1] (ملخصاً)۔

حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتداء تین طرح کی ہے، اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتداء میں کراہت نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم ہو تو اب اقتداء صحیح نہ ہوگی لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتداء مطلوب ہے عدم احتیاط کا علم ضروری ہے ـــــــ یا فی الجملہ عدم احتیاط کا علم ضروری ہے۔ نہایہ میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتداء صحیح ہے اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا اولٰی ہے۔ ثالث یہ کہ اسکے بارے میں علم نہیں کہ وُہ رعایت کرتا ہے یا نہیں (یعنی مشکوک صورت ہے) تو اب اقتداء مکروہ ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نقل الشیخ خیرالدین عن الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء

شیخ خیرالدین نے رملی الشافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ مخالف کی اقتداء کو اس وقت مکروہ جانتے جب

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۶، ۴۷

بالمخالف حیث امکنه غیرہ ومع ذلك ھی افضل من الانفراد ویحصل له فضل الجماعة وبه افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرھما قال والحاصل ان عندھم فی ذلك اختلافا وقد سمعت مااعتمدہ الرملی وافتی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك ؎ وانا رملی فقه الحنفی ÷ لامرا بعد اتفاق العالمین ÷ اھ ملخصا یعنی به نفسه ورملی الشافعیة رحمهما اللہ تعالٰی فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیرہ والا فالاقتداء بالموافق افضل[1]

غیر کی اقتداء ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتداء تنہا نماز سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتوٰی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہما نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتوٰی دیا اور فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتداء میں جو حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے تسلیم کرے گا ؎ میں رملی ہوں فقہ حنفی رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی شک نہیں ہے "تلخیصاً" یہاں انہوں نے انا سے اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اس مخالف کی اقتداء جو رعایت کرتا ہو فرائض میں، تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق ملنے کی صورت میں اس کی اقتداء افضل ہوگی۔ (ت)

اُسی میں مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے:

لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی مااستحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اھل الحرمین والقدس ومصر و

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو موافق کی اقتداء افضل ہوگی خواہ وہ پہلے امامت کرے یا بعد میں، اسے ہی عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا ہے اور اہلِ حرمین، بیت المقدس، مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

الشام ولا عبرة بمن شذ منهم[1] اھ

سے جو کوئی اِکّا دُکّا اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

پھر خود فرمایا:

والذی یمیل الیہ القلب عدم کراھۃ الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیر مراع فی الفرائض وانہ لوانتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[2]۔

جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وُہ یہ ہے کہ جو مخالف فرائض میں رعایت کرنے والا ہو اس مخالف کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص جماعت کی صفوں سے دُور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ وُہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت کے انتظار میں ہے (ت)

اسی میں زیرِ مسئلہ امامت عبد و اعرابی وغیرہما تبعا للبحر (بحر کی اتباع میں) ہے:

یکرہ الاقتداء بھم تنزیھا فان امکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو افضل و الا فالاقتداء اولی من الانفراد[3]۔

ان کی اقتداء مکروہِ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا ادا کرنے سے ان کی اقتدا بہتر ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ[4]۔

معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتدا ممکن ہوتی ہے (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

---

[1] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

[2] " " " " " " "

[3] " " " " " ۱/۴۱۳

[4] " " " " " ۱/۴۱۴

بقی لوکان مقتدیا بمن یکره الاقتداء به ثم شرع من لاکراهة فیه هل یقطع ویقتدی به استظهر ان الاول لو فاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاته یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراهته تنزیهیة کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانه استظهر فی شرح المنیة انها تحریمیة لقولهم ان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علینا اهانته[1] الخ

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتدا میں ہے جس کی اقتدا مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت کروائے جس میں کراہت نہیں، تو آیا اب وہ نماز توڑ کر اس کی اقتدا کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور نابینا میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے الخ (ت)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے:

یکره تقدیم المبتدع ایضا لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانه فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع[2]

بدعتی کی اقتدا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق ہے اور عقیدۃً فاسق عملاً فاسق سے بدتر ہے، کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے وُہ ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے کہ وُہ ایسا نہیں کرتا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء غیر الالثغ بالالثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثله ولا تصح صلاته

اصح قول کے مطابق غیر توتلے کا توتلے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلبی اور ابن شحنہ نے کہا جب توتلا دائمی کوشش کرتا ہے تو وُہ امی کی طرح ہے اور صرف توتلے کی اقتداء کر سکتا ہے اور جب

---

[1] رد المحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

اذامكنه الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهده او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فيه هذا هو الصحيح المختار فی حكم الالثغ وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف[1]

اسے کسی عمدہ پڑھنے والے کی اقتداء ممکن ہو تو اب تنہا نماز نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک کردی یا وہ مقدارِ فرض کی قرأت پر قادر ہوگیا جس میں ایسے توتلا پن پیدا نہیں ہوتا توتلے کے حکم میں یہی صحیح و مختار ہے، اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذلك كالرھمن الرھيم والشيتان الرجيم والآلمين واياك نابد واياك نستئين السرات انأمت فكل ذلك حكمه مامر[2]۔

جیسے کوئی رھمٰن، رھیم، شیتان الرجیم، آلمین، ایاک نابد وایاک نستئین، السرات، انأمت پڑھتا ہے ان صورتوں کا حکم پیچھے گزر چکا ہے (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

امامة الالثغ للفصيح

فاسدة فی الراجح الصحيح[3]

(راجح اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے توتلے کی اقتداء فاسدِ نماز ہے۔ ت)

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہلِ محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولٰی خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقی ماندہ لوگ آئے اُنھیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے تو بکراہت یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق نظرِ دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین وبحرالرائق علامہ زین میں ہے:

ولا تكررها فی مسجد محلة باذان ثان[4]۔

مسجدِ محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵
[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۱
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۰
[4] بحرالرائق باب الامامۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

درمختار و خزائن الاسرار میں ہے:

والنظم للدر یکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن۔[1]

الفاظ در کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے، راستہ کی مسجد یا ایسی مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرارِ جماعت مکروہ نہیں۔ (ت)

غرر الاحکام اور اُس کی شرح درر الحکام میں ہے:

لاتکرر الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ یعنی اذا کان لمسجد امام و جماعۃ معلومان فصلی بعضھم باذان واقامۃ لایباح لباقیھم تکرارھا بھما۔[2]

اذان واقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان و اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف الامام العلامۃ ابن الساعاتی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان۔[3]

جب مسجد محلہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہلِ محلہ نے اس مسجد میں نماز ادا کرلی ہو تو اب دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں (ت)

وجیز کردری و غنیہ علامہ حلبی میں ہے:

لوکان لہ امام و مؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا۔[4]

اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں ہمارے نزدیک اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہوگا۔ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں ہے:

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ 〃 مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/ ۸۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ 〃 نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۳

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۴

ان کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فصلوافیہ بجماعۃ باذان واقامۃ لایباح تکرارھا بھما۔[1]

اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں لوگوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا:

المسجد اذاکان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ۔[2]

اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام یا بعض اہل اذان اقامت کے ساتھ نماز ادا کریں تو غیر اہلِ محلہ اور باقی ماندہ اہلِ محلہ کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرارِ جماعت کریں تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے، خزائن میں ہے:

لوکرر اھلہ بدونھما جاز اجماعاً۔[3]

اگر اہل محلہ نے بغیر اذان واقامت کے تکرارِ جماعت کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے (ت)

درر میں ہے:

لوکان مسجد الطریق یباح تکرارھا بھما ولوکرر اھلہ بدونھما جاز۔[4]

اگر راستہ کی مسجد ہو تو اذان واقامت دونوں کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح ہے اور اگر اہلِ محلہ ان دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح المجمع للمصنف وعلمگیریہ میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا

اگر بغیر اذان کے پڑھی تو بالاجماع مباح ہے اسی طرح

---

[1] ذخیرۃ العقبیٰ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/ ۷۷

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۸

[4] دررالحکام شرح غررالاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دارسعادت مصر ۱/ ۸۵

وکذا فی مسجد قارعة الطریق۔[1]

حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔ (ت)

ذخیرۃ العقبٰے و شرح المجمع للعلامہ میں ہے:

لو صلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقا۔[2]

اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرارِ جماعت مباح ہے۔ (ت)

عباب و ملتقط و شرح درر البحار و رسالہ علامہ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الہمام و حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے:

یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان و بلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا قال وفی بعضھا اجماعا۔[3]

تکرارِ جماعت اذان و اقامت کے بغیر بالاتفاق جائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ (ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض و خالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع، اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ، اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح و ماذون فیہ ہے۔ بزازیہ و شرح منیہ و رد المحتار میں ہے:

عن ابی یوسف انہ اذا لم تکن الجماعۃ علی الھیأۃ الاولٰی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ۔[4]

امام ابو یوسف سے مروی ہے جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا ہیئت کی تبدیلی ہے (ت)

ولوالجیہ و تاتارخانیہ و شامیہ میں ہے: بہ نأخذ[5] (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

ف قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولٰی۔[6]

میں کہتا ہوں کہ تکرارِ جماعت اس وقت صحیح ہے جب وہ جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ	الفصل الاول فی الجماعۃ	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۸۳
[2] ذخیرۃ العقبٰے	کتاب الصلوٰۃ	" منشی نولکشور کانپور انڈیا	۱/۷۷
[3] منحۃ الخالق علی البحر الرائق بحوالہ حاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی	باب الامامۃ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۳۴۶
[4] رد المحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر	۱/۴۰۹
[5] "	"	" " "	"
[6] "	"	" " "	"

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

وللتفصیل محل اٰخر الحمد للّٰه العلی الاکبر والصلٰوۃ والسلام علی الحبیب الازھر واٰلہ واصحابہ الاطائب الغرر۔

تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو بلند وبرتر ہے۔ صلٰوۃ وسلام ہو حبیب خوب پر، ان کی آل واصحاب پر جو پاکیزہ ہیں (ت)

واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔